مقالات

اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی

(۱۷)

ایمان

۵- ایمان بالیوم الآخر

اعتقاد یوم آخر کی ضرورت اب تک جو کچھ کہا گیا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس دنیوی زندگی کے بعد ایک اخروی زندگی کا وجود میں آنا ممکن، اور اغلب، اور اقتضائے حکمت کے مطابق ہے، اور عقل (بشرطیکہ صحیح و سلیم ہو) اور علم (بشرطیکہ حقیقی ہو) ہم کو اخروی زندگی کے اس تصور پر جو قرآن نے پیش کیا ہے، ایمان لانے سے روکتے نہیں بلکہ اس پر آمادہ کرتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اخروی زندگی کے اس تصور پر ایمان لانے کی ضرورت کیا ہے؟ اس کو ایمانیات میں کیوں داخل کیا گیا ہے؟ اس پر اتنا زور کیوں دیا گیا ہے کہ مسلمان ہونے کے لیے اس کو ماننا لازم ہو اور کوئی شخص اسکو تسلیم کیے بغیر مسلمان نہ ہوسکتا ہو؟ اسکو اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے کہ اس کا انکار کرنے کے بعد خدا اور رسول اور کتاب پر ایمان لانا بھی نافع نہ ہو، حتیٰ کہ زندگی بھر کے نیک اعمال بھی غارت ہوجائیں؟ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ اخروی زندگی کا نظریہ بھی ویسا ہی ایک مابعد الطبیعی نظریہ ہے، جیسے مابعد الطبیعیات کے دوسرے نظریات ہیں۔ ہم نے مانا کہ یہ نظریہ دلیل وحجت سے خوب مستحکم کردیا گیا ہے، اور اس کو تسلیم کرنے کے لیے کافی وجوہ موجود ہیں لیکن مابعد الطبیعیات کے کسی مسئلہ کا دلیل سے ثابت ہوجانا یہ معنی تو نہیں رکھتا کہ اس پر ایمان لانا ضروری ہوجائے اور اسی پر کفر واسلام کا

مدار ٹھیرے۔ حیات اخروی کی طرح مابعد الطبیعیات کے اور بھی بہت سے نظریات ایسے ہیں جن کی تائید میں قوی دلائل موجود ہیں۔ پھر ان سب کو بھی اسی طرح داخل ایمان کیوں نہ کر لیا گیا ؟

اگر حیات اخروی کے اعتقاد کی حیثیت محض ایک مابعد الطبیعی مسئلہ کی ہوتی، تو یہ اعتراض یقیناً قوی ہوتا۔ اس صورت میں اس مسئلہ کو ایمانیات میں داخل کرنے کی کوئی معقول وجہ نہ تھی، کیونکہ کسی خالص مابعد الطبیعی مسئلہ کا اس حیثیت سے کہ وہ مابعد الطبیعی مسئلہ ہے، ہماری عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر ہم اس سے خالی الذہن ہوں، یا اس کو ماننے سے انکار بھی کر دیں تو ہمارے اخلاق اور اعمال پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن حیات اخروی کے مسئلہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض ایک فلسفیانہ مسئلہ ہی نہیں ہے، بلکہ انسان کی اخلاقی اور عملی زندگی سے اس کا ایک گہرا تعلق ہے۔ اسکے ماننے اور نہ ماننے سے دنیوی زندگی اور اس کے معاملات کے متعلق انسان کا نقطۂ نظر بنیادی طور پر بدل جاتا ہے۔ اس اعتقاد کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے آپ کو ایک ذمہ دار اور جوابدہ ہستی سمجھے، اور اپنی زندگی کے تمام معاملات یہ سمجھتے ہوئے انجام دے کہ وہ اپنی ہر حرکت اور ہر فعل کے لئے ذمہ دار ہے، آیندہ زندگی میں اسکو اپنے تمام اعمال کی جوابدہی کرنی ہے، اور مستقبل کی سعادت و شقاوت، اس کے حال کی نیکی اور بدی پر منحصر ہے۔ بخلاف اسکے اس اعتقاد کو تسلیم نہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے آپ کو غیر ذمہ دار اور غیر مسئول ہستی سمجھے اور اپنی دنیوی زندگی کا سارا پروگرام اس خیال کے تحت مرتب کرے کہ وہ اس زندگی کے اعمال کے لیے کسی دوسری زندگی میں جوابدہ نہیں ہے اور آیندہ کوئی اچھا یا برا نتیجہ اس زندگی کے اعمال و افعال پر مترتب ہونے والا نہیں ہے۔ اس عقیدہ سے خالی الذہن ہونے یا اسکو نہ ماننے کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ انسان کی نظر اپنے اعمال کے صرف ان نتائج پر ہوگی جو اس دنیوی زندگی میں مترتب ہوتے ہیں، اور انہی نتائج کے لحاظ سے وہ رائے قائم کرے گا کہ کون سا فعل اس کے لیے مفید ہے اور کون سا مضر۔ وہ زہر کھانے اور آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ضرور احتراز کرے گا، کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ وہ ان دونوں حرکتوں کے برے نتائج اپنی اسی زندگی میں بھگت لے گا۔ لیکن ظلم، بے انصافی، جھوٹ، غیبت، خیانت، زنا اور ایسے ہی دوسرے افعال کے پورے نتائج چونکہ اسی دنیوی زندگی میں ظاہر نہیں ہوتے، اس لیے وہ ان سے صرف اسی حد تک اجتناب کرے گا جس حد تک ان کا کوئی برا نتیجہ

اس زندگی میں مترتب ہونے کا اندیشہ ہو، اور جہاں کوئی برا نتیجہ مترتب ہوتا نظر نہ آئے، یا بعکس اس کے ان سے کوئی فائدہ حاصل ہونے کی امید ہو تو وہ ان افعال کے ارتکاب میں کوئی تامل نہ کرے گا۔ غرض یہ کہ اس تصور کے ماتحت اسکی نگاہ میں کسی اخلاقی فعل کی کوئی متعین اخلاقی قدر نہ ہوگی۔ بلکہ ہر ایسے فعل کی اچھائی اور برائی اس نتیجہ کی اچھائی اور برائی پر منحصر ہوگی جو اس پر اس دنیا میں مترتب ہوتا ہو۔ بخلاف اس کے جو شخص یوم آخر کا معتقد ہوگا اسکی نظر اپنے اخلاقی افعال کے صرف انہی نتائج پر نہ ہوگی جو اس زندگی میں مترتب ہوتے ہیں، بلکہ وہ اُن آخری نتائج پر نگاہ رکھے گا جو اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی میں ظاہر ہونے والے ہیں اور ان نتائج کے لحاظ سے ہر فعل کے مفید یا مضر ہونے کا فیصلہ کریگا اسکو جس طرح زہر کے ہلاک اور آگ کے موذی ہونے کا یقین ہوگا اسی طرح خیانت اور جھوٹ کے مہلک اور موذی ہونے کا بھی یقین ہوگا، وہ جس طرح دودھ اور پانی کو مفید سمجھیگا اسی طرح عدل اور امانت کو بھی مفید سمجھیگا۔ وہ اپنے ہر فعل کے ایک متعین اور یقینی نتیجہ کا قائل ہوگا خواہ وہ نتیجہ اس زندگی میں قطعاً ظاہر نہ ہو، بلکہ بعکس صورت میں ظاہر ہو۔ اس کے پاس تمام اخلاقی افعال کی متعین اخلاقی قدریں ہونگی، اور ان قدروں میں دنیوی فوائد یا مضرتوں سے کوئی تغیر واقع نہ ہوگا۔ اس کے نظام اخلاق میں صداقت، انصاف، اور وفائے عہد بہرحال صواب اور حسن ہی ہونگے، خواہ اس دنیا میں ان سے سراسر نقصان ہی نقصان ہو اور قطعاً کوئی فائدہ نہ ہو اور جھوٹ ظلم اور بدعہدی بہرحال گناہ اور بدی ہی ہونگے خواہ ان سے دنیا میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہو اور ذرہ برابر کوئی نقصان نہ ہو۔

پس حیات اخروی کے اعتقاد سے خالی الذہن ہونے یا اس کا انکار کر دینے کے معنی بس اسی قدر نہیں ہیں کہ انسان ایک مابعد الطبیعی نظریہ سے خالی الذہن رہا یا اس نے اس نظریہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی ذمہ دارانہ اور مسئولانہ حیثیت سے غافل ہو گیا، اپنے آپ کو مطلق العنان اور جوابدہی سے بری الذمہ سمجھ بیٹھا، دنیا اور اسکی ظاہری زندگی اور اس کے غیر مکمل بلکہ بسا اوقات دھوکا دینے والے نتائج سے مطمئن ہو گیا، اس نے آخری منافع اور آخری نقصانات سے غافل ہو کر محض ابتدائی اور عارضی اور ناقابل اعتبار منفعتوں اور مضرتوں کا اعتبار کر لیا اور انہی کے لحاظ سے اپنے افعال کی ایسی اخلاقی قدریں متعین کیں جو بدلنے والی اور دھوکہ دینے والی ہیں۔ وہ ایک صحیح اور پائیدار اخلاقی ضابطہ سے محروم ہو گیا جو صرف ذمہ داری کے احساس اور آخری نتائج کے ملاحظہ اور

متعین اخلاقی قدروں کے اعتبار ہی سے منضبط ہو سکتا ہے، اور اس طرح اس نے اپنی پوری زندگی دنیا کے ناقص سطحی مظاہر سے دھوکا کھا کر ایک ایسے ناپائیدار اور غلط اخلاقی ضابطہ کے تحت بسر کی جس میں حقیقی مضرت، منفعت بن گئی، اور حقیقی منفعت، مضرت قرار پائی، حقیقی حسن، قبح بن گیا اور حقیقی قبح حسن قرار پایا، حقیقی گناہ، صواب بن گیا، اور حقیقی صواب، گناہ قرار پایا۔

یوم آخر پر ایمان نہ لانے کے یہی نتائج ہیں جن کو قرآن مجید میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں آیات قرآنی کا تتبع کیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ تمام خرابیاں ایک ایک کر کے گنائی گئی ہیں جو یوم آخر کو نہ ماننے سے انسان کے اخلاق اور اعمال میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۱) انسان اپنے آپ کو مہمل، مطلق العنان، غیر ذمہ دار سمجھتا ہے، اپنی زندگی کو بحیثیت مجموعی بے نتیجہ خیال کرتا ہے، اور یہ سمجھ کر کام کرتا ہے کہ کوئی اس کے کام کا نگراں اور اس سے حساب لینے والا نہیں ہے:۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (۲۳ : ۶)

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس واپس نہ لائے جاؤ گے؟

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى (۷۵ : ۲)

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟

أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ (۹۰)

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اسکو نہیں دیکھا؟

(۲) ایسے آدمی کی نظر دنیا کے صرف ظاہری پہلو پر رہتی ہے۔ ابتدائی اور سطحی نتائج کو وہ آخری اور حقیقی نتائج سمجھتا ہے، اور ان سے دھوکہ کھا کر غلط رائے قائم کرتا ہے۔

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ (۳۰ : ۱)

وہ صرف ظاہر حیات دنیا کو دیکھتے ہیں اور آخرت سے تو وہ غافل ہی ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا (۱۰:۱)

جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور حیات دنیا سے راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ (۷۵:۱)

ہرگز نہیں ؟ تم تو فوری حاصل ہونے والے نتائج کو پسند کرتے ہو اور آخرۃ کے نتائج کو چھوڑ دیتے ہو۔

بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقٰى (۸۷)

تم حیات دنیا کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور زیادہ پائیدار ہے۔

وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (۷:۶)

ان کو حیات دنیا نے دہوکہ میں ڈال دیا ہے۔

(۳) اس ظاہر بینی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی نگاہ میں اشیاء کی اخلاقی قدروں کا معیار بالکل الٹا ہو جاتا ہے۔ جو چیزیں حقیقت میں اپنے آخری نتائج کے لحاظ سے مضر ہوتی ہیں ان کو وہ فوری فوائد پر نظر رکھنے کی وجہ سے مفید سمجھتا ہے، اور جو اعمال آخری نتائج کے لحاظ سے غلط ہیں ان کو وہ ابتدائی نتائج کا لحاظ کرکے خیر و صلاح سمجھنے لگتا ہے۔ اس وجہ سے اسکی دنیوی کوششیں صحیح راہوں سے بھٹک جاتی ہیں اور آخر کار ضائع ہو جاتی ہیں۔

قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (۲۸:۸)

جو لوگ دنیوی زندگی ہی کے فائدوں کو چاہتے تھے انھوں نے کہا کہ کاش ہم کو بھی وہی ملتا جو قارون کو دیا گیا ہے۔ وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا انھوں نے کہا کہ تم پر افسوس! اللہ کا ثواب اس شخص کے لیے بہت اچھا ہے جو ایمان لایا اور جس نے نیک اعمال کیے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ (۲۷:۱)

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے انکے لیے ہم انکے اعمال کو خوشنما بنا دیتے ہیں اور وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔

أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ

کیا یہ لوگ اس غلط فہمی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہم جو ان کو

نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَل لَّا يَشْعُرُونَ

(۲۳ : ۴)

مال اور اولاد سے مدد دیتے ہیں تو گویا ان کے لیے خیرات میں جلدی کرتے ہیں؟ مگر یہ لوگ حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا - الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

(۱۸ : ۱۲)

کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ ٹوٹے میں کون لوگ ہیں؟ وہ جن کی کوششیں حیات دنیا میں بھٹک گئیں مگر وہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں اور اسکی ملاقات کا انکار کیا، اس لیئے ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔

(۴) ایسا شخص کبھی دین حق کو قبول نہیں کر سکتا۔ جب کبھی اس کے سامنے مکارم اخلاق اور اعمال صالحہ اور راست روی کے طریقے پیش کئے جائیں گے، وہ ان کو رد کر دیگا، اور جب ان کے خلاف عقائد اور اعمال پیش کیئے جائیں گے تو وہ انہیں اختیار کرے گا۔ کیونکہ دین داری کے جتنے طریقے ہیں وہ دنیوی زندگی کے بہت سے فوائد و منافع اور بہت سی لذتوں کی قربانیاں چاہتے ہیں، اور ان کا اصل الاصول یہ ہے کہ آخرت کے بہتر اور پائندہ تر فوائد کے لیے دنیا کے عارضی فوائد کو قربان کرو۔ مگر منکر آخرت اسی دنیا کے فوائد کو فوائد سمجھتا ہے، اس لیئے وہ نہ ایسی کسی قربانی کے لیے مہیا ہو سکتا ہے اور نہ دین داری کے ان طریقوں کو اختیار کر سکتا ہے جو ان قربانیوں کے طالب ہیں۔ لہٰذا انکار آخرت اور دین حق کی پیروی دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ جو منکر آخرت ہو گا وہ کبھی دین حق کا پیرو نہیں ہو سکتا۔

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں حق کے بغیر تکبر کرتے ہیں۔ وہ اگر کسی آیت کو دیکھیں گے تو اس پر ایمان نہ لائیں گے، اور اگر راہ راست کو دیکھیں تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر غلط راستے کو دیکھیں گے تو اس پر چل پڑیں گے۔ یہ اسلیئے کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو

وَّكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ (۷: ۱۴۷)

جھٹلایا اور ان سے غافل رہے اور جو لوگ ہماری نشانیوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلائیں گے انکے اعمال غارت ہو جائیں گے کیا ان کو ویسا ہی بدلہ نہ ملیگا جیسے انھوں نے عمل کیے ہیں ؟

(۵) انکار آخرت سے انسان کی پوری اخلاقی اور عملی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ وہ متکبر اور سرکش ہو جاتا ہے

فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۔ (۱۶: ۲۲)

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل حق بات سے انکار کرنے لگتے ہیں اور وہ متکبر ہو جاتے ہیں۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ (۲۸: ۳۹)

فرعون اور اس کے لشکروں نے زمین میں بغیر کسی حق کے تکبر کیا اور سمجھنے لگے کہ وہ ہمارے پاس واپس نہ لائے جائیں گے

اس کے معاملات بگڑ جاتے ہیں :-

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اَلَا يَظُنُّ اُولٰۗىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (۸۳)

تباہی ہے ان بدمعاملہ لوگوں کے لیے جو دوسروں سے لیتے ہیں تو پورا پورا ناپ تول کر لیتے ہیں اور جب دوسروں کو ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں کیا وہ نہیں سمجھتے کہ وہ ایک بڑے دن کے لیے اٹھائے جائیں گے۔

وہ سنگدل، تنگ نظر، ریاکار، خودغرض، اور عبادت الٰہی سے روگرداں ہو جاتا ہے :-

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَاۗءُوْنَ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۔ (۱۰۷)

کیا تونے دیکھا اس شخص کو جو روز جزا کی تکذیب کرتا ہے؟ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے پر نہیں ابھارتا پھر افسوس ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں جو عمل نیک کرتے بھی ہیں تو دکھانے کے لیے اور جو چھوٹی چھوٹی عام ضرورت کی چیزیں بھی لوگوں کو دینے سے دریغ کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ حق سے تجاوز کرنا اور گناہوں میں مبتلا ہو جانا انکار آخرت کا لازمی نتیجہ ہے :-

وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ (۸۳) یوم الجزا کی تکذیب نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو حق سے تجاوز کر گیا اور گناہوں میں پھنس گیا

یوم آخر کے اعتقاد سے خالی الذہن یا منکر ہونے کے یہ ایسے نتائج ہیں جن سے کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا خصوصاً جبکہ ہم اپنی آنکھوں سے اُس تمدن کے ثمرات بھی دیکھ چکے ہیں جو ظاہر حیات دنیا پر فریفتہ ہو کر زندگی کے محض دنیوی اور مادی مطمح نظر پر قائم ہوا ہے، اور حیات اخروی کے عقیدے سے یکسر خالی ہے، تو ہمارے لیے اس حقیقت سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کہ انکار آخرت کے ساتھ خدا پرستی، دین داری اور مکارم اخلاق کا قیام بالکل ناممکن ہے۔

اب دیکھیے کہ اسلام جب انہی چیزوں کو قائم کرنا چاہتا ہے، جب وہ انسان کو اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی طرف دعوت دیتا ہے جن کے لیے دنیا کی بہت سی مادی منفعتوں اور لذتوں کی قربانی ضروری ہے، جب وہ انسان کو عبادت الٰہی اور تزکیۂ نفس کی تلقین کرتا ہے جس کا کوئی فائدہ اس دنیا میں مترتب ہوتا نظر نہیں آتا، بلکہ اس کے برعکس بہت سی تکلیفوں اور مشقتوں میں انسان کے نفس اور جسم کو مبتلا ہونا پڑتا ہے، جب وہ زندگی کے تمام معاملات اور دنیا کے اسباب و وسائل سے متمتع ہونے میں حرام و حلال اور خبیث و طیب کا امتیاز قائم کرتا ہے، جب وہ بالاتر روحانی مقاصد کے لیے انسان سے شخصی اغراض، شخصی محبتوں اور رغبتوں، اور بسا اوقات جان و مال تک کو قربان کر دینے کا مطالبہ کرتا ہے، اور جب وہ انسان کی زندگی کو ایک ایسے اخلاقی ضابطہ کے تحت منضبط کرنا چاہتا ہے جس میں دنیوی فائدے اور نقصان سے قطع نظر کر کے ہر شئے کی ایک خاص اخلاقی قدر متعین کر دی گئی ہے تو کیا وہ ایسے دین اور ایسی شریعت کو قائم کرنے میں عقیدۂ حیات اخروی کے بغیر کامیاب ہو سکتا تھا؟ کیا یہ ممکن تھا کہ انسان اس عقیدہ سے خالی الذہن یا منکر ہوتے ہوئے ایسی تعلیم کو قبول کر لیتا؟ اگر جواب نفی میں ہے، اور یقیناً نفی میں ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس قسم کے نظام دینی اور ضابطۂ اخلاقی کو قائم کرنے کے لیے ناگزیر ہے کہ سب سے پہلے انسان کے دل میں حیات اخروی کے عقیدہ کو راسخ کر دیا جائے۔ پس یہی وجہ ہے کہ جس کی بنا پر اسلام نے اس عقیدہ کو ایمانیات میں داخل کیا ہے اور اس پر اتنا زور دیا ہے کہ ایمان باللہ کے بعد اور کسی چیز پر اتنا زور نہیں دیا۔

آیئے اب ہم دیکھیں کہ اسلام نے اس عقیدہ کو کس شکل میں پیش کیا ہے اور اس سے انسان کے اخلاق و اعمال پر کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں۔

دنیا پر آخرت کی ترجیح

سب سے پہلی چیز جس کو قرآن مجید نے انسان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا انسان کے لیے ایک عارضی جائے قیام ہے۔ اُس کے لیے صرف یہی ایک زندگی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ایک دوسری زندگی اس سے بہتر اور پائندہ تر بھی ہے جس کے فوائد یہاں کے فائدوں سے زیادہ فراواں اور جس کے نقصانات یہاں کے نقصانات سے زیادہ سخت ہیں۔ جو شخص اس دنیا کے مظاہر سے دھوکہ کھا کر اسی کی لذتوں اور منفعتوں کے پیچھے پڑا رہتا ہے، اور ان کو حاصل کرنے کے لیے ایسی کوششیں کرتا ہے جن کی بدولت اس دوسری زندگی کی لذتیں اور منفعتیں اسے حاصل نہیں ہو سکتیں وہ بہت برا سودا کرتا ہے اور حقیقت میں اس کی یہ تجارت سراسر نقصان کی تجارت ہے۔ اسی طرح جو شخص اس دنیا کے نقصانات ہی کو نقصان سمجھتا ہے اور اس سے بچنے کے لیے ایسی سعی کرتا ہے جس سے وہ اپنے آپ کو اس دوسری زندگی کے نقصان کا مستحق بنا لیتا ہے، وہ بہت بڑی نادانی کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کا یہ فعل کسی طرح مقتضائے دانشمندی نہیں ہے۔ اس مضمون کو قرآن مجید میں اس کثرت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ تمام آیات کا استقصاء یہاں ممکن نہیں ہے۔ مثال کے طور پر آیات ذیل ملاحظہ ہوں:۔

مَا هٰذِهِ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَّاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (۲۹:۷)	یہ دنیا کچھ نہیں ہے مگر لہو و لعب۔ اور اصلی زندگی کا گھر آخرت ہی ہے۔
قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى (۴:۱۱)	کہو اے محمد کہ متاع دنیا تھوڑی سی ہے، اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو پرہیزگاری کے ساتھ زندگی بسر کرے۔
اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ (۹:۶)	کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی سے راضی ہو گئے؟ دنیا کی زندگی کے سامان تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (۸۷)

تم حیات دنیا کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت زیادہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔

(۳ : ۱۹)

ہر شخص کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو اپنی اس زندگی کے پورے پورے بدلے قیامت کے دن ملنے والے ہیں۔ پس اس روز جو شخص آگ کے عذاب سے بچ گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہی اصل میں کامیاب ہوا۔ رہی اس دنیا کی زندگی تو یہ محض دھوکے کا سامان ہے۔

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (۱۱:۱۰)

جن لوگوں نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا ہے وہ اپنی لذتوں کے پیچھے پڑے رہے جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ مجرم ہوئے۔

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۳۹:۲)

اے محمد! کہہ دو کہ سخت نقصان میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو اور اپنے بال بچوں کو قیامت کے دن نقصان میں ڈالا۔ یہی اصلی اور کھلا ہوا ٹوٹا ہے۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (۷۹:۲)

پھر جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو جہنم اس کا ٹھکانا ہے اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا اور نفس کو خواہشات سے روکا، تو جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَا

جان لو کہ حیات دنیا تو اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس میں کھیل اور کود اور زینت اور آپس کا تفاخر اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانا ہے۔ اسکی مثال بارش کی سی ہے کہ اس سے کھیتی لہلہاتی ہے اور کسان اسکو دیکھ کر

شَدِيدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ - (۳:۵۷)

خوشیاں مناتے ہیں پھر وہ پک کر خشک ہو جاتی ہے اور تو دیکھتا ہے کہ وہ زرد پڑ گئی اور آخر کار روند ڈالی گئی۔ اس کے بعد آخرت کی زندگی ہے جس میں کسی کے لیے سخت عذاب ہے اور کسی کے لیے اللہ کی طرف سے مغفرت اور خوشنودی ہے۔ پس دنیا کی زندگی محض ایک دھوکے کا سامان ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ (۲:۳)

لوگوں کے لیے عورتوں اور بچوں اور سونے چاندی کے ڈھیروں اور نشان لگے ہوئے گھوڑوں اور جانوروں اور کھیتوں کی محبت خوشنما بنا دی گئی ہے۔ یہ دنیوی زندگی کی متاع ہے مگر اللہ کے پاس اس سے اچھا ٹھکانا ہے۔ کہہ اے محمد! کیا میں تمہیں اس سے بہتر متاع کی خبر دوں؟ جن لوگوں نے پرہیزگاری اختیار کی ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کو پاکیزہ ازواج ملیں گی اور وہ اللہ کی خوشنودی سے سرفراز ہوں گے۔

دنیا پر آخرت کی ترجیح اور آخرت کی دائمی کامیابی کے لیے دنیا کے عارضی منافع کو قربان کرنے، اور آخرت کی ابدی نامرادی سے بچنے کے لیے دنیا کے چند روزہ نقصانات کو برداشت کرنے کی یہ تعلیم نہایت پرزور اور موثر انداز سے اسلام میں دی گئی ہے۔ اور اس کا منشا یہ ہے کہ جو شخص قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہے وہ کسی دباؤ اور زبردستی سے نہیں بلکہ اپنی دلی رغبت سے ہر وہ کام کرے جس کو کتاب اور رسول نے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بتایا ہے، اور ہر اس چیز سے اجتناب کرے جس کو ان دونوں نے آخرت کے نقصانات کا سبب قرار دیا ہے، خواہ دنیا میں اس کے لیے کتنی ہی مفید یا مضر ہو۔

نامۂ اعمال اور عدالت

دوسری بات جس کو قرآن مجید نے انسان کے دل میں بٹھانے کی کوشش کی ہے، یہ ہے کہ انسان اپنی دنیوی زندگی میں جو کچھ کرتا ہے خواہ کتنا ہی چھپا کر کرے اس کا ٹھیک ٹھیک ریکارڈ محفوظ رہتا ہے، قیامت کے روز یہی ریکارڈ خدا کی عدالت میں پیش ہوگا، ہر ہر ذرہ جس کو انسان کے افعال سے کسی نوع کا تعلق رہا ہے، اس کے ان افعال پر گواہی دیگا، حتیٰ کہ خود اس کے اپنے اعضا بھی اس کے خلاف گواہوں کے کٹہرے میں کھڑے ہونگے، پھر اس کے نامۂ اعمال کا نہایت صحیح وزن کیا جائے گا، میزان عدل کے ایک پلڑے میں اسکے نیک اعمال ہونگے اور دوسرے میں برے اعمال۔ اگر نیکی کا پلڑا جھک گیا تو آخرت کی کامیابیاں اس کا خیر مقدم کریں گی اور جنت اس کے لئے جائے قیام ہوگی۔ اور بدی کا پلڑا بھاری رہا تو خسران مبین اس کا نتیجہ ہوگا اور وہ بدترین مقام اس کے لیے تجویز کیا جائے گا۔ جس کا نام دوزخ ہے۔ اس عدالت میں ہر شخص تنہا اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ حاضر ہوگا اور دنیوی اسباب میں سے کوئی چیز اس کے کام آئے گی۔ نہ نسبی اعزاز، نہ سعی و سفارش، نہ مال و دولت، اور نہ قوت و طاقت۔

اس مضمون کو بھی بڑی تفصیل کے ساتھ اور بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند آیات یہاں پیش کی جاتی ہیں:

نامۂ اعمال کی کیفیت:-

سَوَاءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ (۱۳ : ۲)

تم میں سے جو شخص چھپا کر بات کرتا ہے اور جو زور سے بولتا ہے اور جو شخص رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہے اور جو دن کی روشنی میں چل رہا ہے، دونوں یکساں ہیں۔ بہرحال ہر ایک کے آگے اور پیچھے نگرانی کرنے والے لگے ہوئے ہیں اور وہ خدا کے حکم سے اسکی ہر بات ثبت کر رہے ہیں۔

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا

نامۂ اعمال پیش ہوگا تو اس میں جو کچھ لکھا ہوگا، تم دیکھو گے کہ مجرم اس سے ڈر رہے ہونگے اور کہہ رہے ہونگے کہ ہائے افسوس! اس کتاب کا

يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصٰهَا
وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۔
(۱۸ : ۶)

کیا حال ہے کہ کوئی چھوٹی یا بڑی بات نہیں چھوٹی سب اس میں موجود ہے جو کچھ انھوں نے عمل کیے تھے ان سب کو وہ حاضر پائیں گے ۔

اعضاء کی گواہی اور انسان کا اعتراف :۔

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ
وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲۴ : ۳)

وہ دن جبکہ ان پر خود انکی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو انھوں نے کیئے تھے ۔

حَتّٰى إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ
وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
وَقَالُوا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ
...... وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ
عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ
وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا
مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۔ (۴۱ : ۳)

یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان اعمال کی گواہی دیں گی جو وہ کرتے تھے ۔ وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی وہ جواب دیں گی کہ ہم [illegible] جس نے ہر شے کو گویا کر دیا ...... تم چھپا کر کام کرتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ تمہارے اعمال پر خود تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں گواہی دیں گی ۔ بلکہ تم سمجھتے تھے کہ تمہارے بہت سے اعمال سے اللہ ناواقف ہے ۔

وَشَهِدُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ
(۶ : ۱۶)

وہ خود اپنے خلاف شہادت دیں گے کہ وہ ناشکر گزار بندے تھے ۔

اس نامہ اعمال اور ان شاہدوں کے ساتھ انسان خدا کی عدالت میں پیش ہوگا ۔ پھر اس پیشی کی کیا کیفیت ہوگی وہ اکیلا بے یار و مددگار کھڑا ہوگا :۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

اب تم ہمارے پاس ویسے ہی یکہ و تنہا آئے ہو جیسا کہ پہلے

وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ (۶: ۹۴)

تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تم ان سب چیزوں کو پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہم نے تم کو دی تھیں۔

ہر شخص آپ اپنا حساب پیش کرے گا:۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ حَسِيْبًا (۱۷: ۲)

ہر شخص کی برائی اور بھلائی کا نوشتہ ہم نے اسکے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور ہم اسکے لیے قیامت کے روز ایک کتاب نکالیں گے جس کو وہ اپنے سامنے کھلا ہوا پائے گا۔ اس سے کہا جائیگا کہ اپنا نامہ اعمال پڑھ آج خود تری اپنا حساب کرنے کیلیے کافی ہے۔

خاندانی اثرات کسی کام نہ آئیں گے:۔

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۶۰: ۱)

قیامت کے روز نہ تمہارے نسبی رشتے کسی کام آئیں گے اور نہ اولاد۔

سفارش سے کام نہ چلے گا:۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (۴۰: ۲)

ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا نہ کسی سفارشی کی بات مانی جائے گی۔

رشوت نہ چلے گی:۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (۲۶: ۵)

وہ دن جبکہ نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد

اعمال تولے جائیں گے اور ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا:۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (۲۱: ۴)

ہم قیامت کے روز ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے کسی فرد پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا اور اگر کسی کا رائی کے دانہ بھر بھی عمل ہوگا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کیلیے کافی ہیں۔

جزا اور سزا جو کچھ بھی ہوگی عمل کے مطابق ہوگی :-

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۵ : ۴) آج تمکو ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم عمل کرتے تھے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (۶ : ۱۶) اور ہر ایک کے لیے ویسے ہی درجے ہونگے جیسے انھوں نے عمل کیے۔

یہ وہ پولیس اور عدالت ہے جس کا خوف انسان کے نفس میں بٹھا دیا گیا ہے۔ یہ دنیا کی پولیس نہیں ہے جس کی نگاہ سے انسان بچ سکتا ہے، نہ یہ دنیا کی عدالت ہے جس کی گرفت سے انسان شہادتوں کے فراہم نہ ہونے یا جھوٹی شہادتیں فراہم ہوجانے یا ناجائز اثرات پڑجانے کی بدولت رہائی پا سکتا ہے۔ بلکہ یہ ایسی پولیس ہے جو ہر حال میں اس کی نگرانی کررہی ہے اور یہ ایسی عدالت ہے جس کے گواہوں کی نظر سے وہ کسی طرح بچ ہی نہیں سکتا، جس کے پاس اس کے ہر خیال اور ہر عمل کی روداد موجود ہے، اور جس کی فیصلے اتنے منصفانہ ہیں کہ کوئی گناہ سزا سے اور کوئی صواب جزا سے چھوٹ ہی نہیں سکتا۔

اعتقاد یوم آخر کا فائدہ اس طرح اسلام نے یوم آخر کے عقیدہ کو اپنے ضابطہ اخلاقی اور نظام شرعی کے لیے ایک زبردست پشت پناہ بنا دیا ہے جس میں ایک طرف خیر و صلاح پر عمل کرنے اور شر و فساد سے بچنے کے لیے عقلی ترغیب بھی موجود ہے، اور دوسری طرف نیکی پر یقینی جزا اور بدی پر یقینی سزا کا خوف بھی ہے۔ اس کا ضابطہ اور نظام اپنے بقا و استحکام کے لیے مادی طاقت اور حاکمانہ اقتدار کا محتاج نہیں ہے، بلکہ وہ ایمان بالیوم الآخر کے ذریعہ سے انسان کے نفس میں ایک ایسے طاقتور ضمیر کی تشکیل کرتا ہے جو کسی بیرونی لالچ اور خوف کے بغیر انسان کو آپ سے آپ ان نیکیوں کی طرف راغب کرتا ہے جن کو اسلام نے آخری نتائج کے اعتبار سے نیکی قرار دیا ہے اور ان گناہوں کے انجام سے بچنے کی تاکید کرتا ہے جن کو اس نے آخری نتائج کا لحاظ کرتے ہوئے گناہ ٹھیرایا ہے۔

قرآن مجید میں آپ دیکھیں گے کہ جگہ جگہ اس عقیدہ کو مکارم اخلاق کی تعلیم کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم دیا جاتا ہے تو ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ (۲ : ۲۸) "اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ تم کو اس کے پاس حاضر ہونا ہے"۔ راہ خدا میں سرفروشی کے لیے ابھارا جاتا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی یقین دلایا جاتا ہے کہ اگر تم مارے جاؤگے تو درحقیقت مر نہ جاؤگے بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤگے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اَمۡوَاتٌ بَلۡ اَحۡیَاءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ (۲: ۱۹) مصائب پر صبر کی تلقین کی جاتی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ صابرین کے لیے خدا کی طرف سے عنایت اور رحمت ہے۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ (۲: ۱۹) بے خوفی اور بہادری کا جذبہ اس طرح پیدا کیا جاتا ہے کہ قَالَ الَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰہِ کَمۡ مِّنۡ فِئَۃٍ قَلِیۡلَۃٍ غَلَبَتۡ فِئَۃً کَثِیۡرَۃًۢ بِاِذۡنِ اللّٰہِ (۲: ۳۳) جو لوگ سمجھتے تھے کہ انہیں اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے انھوں نے کہا کہ اللہ کے حکم سے چھوٹی جماعت بھی بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے۔ سخت سے سخت مشکلات کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کی قوت یہ کہہ کر پیدا کی جاتی ہے کہ نَارُ جَہَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا (۹: ۱۱) جہنم کی آگ دنیا کی گرمیوں سے زیادہ سخت ہے، نیک کاموں میں مال خرچ کرنے کے لیے یہ کہہ کر ابھارا جاتا ہے کہ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یُّوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ (۲: ۳۷) جو کچھ تم خیرات کرو گے اس کا پورا اجر تم کو ملے گا اور تمہارے ساتھ ظلم نہ ہوگا۔ بخل سے روکنے کے لیے فرمایا جاتا ہے۔ وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ہُوَ خَیۡرًا لَّہُمۡ بَلۡ ہُوَ شَرٌّ لَّہُمۡ سَیُطَوَّقُوۡنَ مَا بَخِلُوۡا بِہٖ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ (۳: ۱۸) جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مالدار کیا ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ درحقیقت یہ ان کے حق میں برا ہے جس مال میں وہ بخل کرتے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ سودخواری کے فائدوں سے دست بردار ہونے کے لیے یہ کہہ کر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡہِ اِلَی اللّٰہِ (۲: ۳۸) اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ متاع دنیا سے بے نیازی اور بدکاروں کی خوشحالی پر رشک نہ کرنے کی تعلیم اس طرح دی جاتی ہے کہ لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِی الۡبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِیۡلٌ ثُمَّ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ وَبِئۡسَ الۡمِہَادُ لٰکِنِ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّہُمۡ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ وَمَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ (۳: ۲۰) ...

(باقی)

فضل فونٹین پن

ہمارا ساختہ ۲ چھاپہ

سینیر ع ۸۶/۷   جونیر ع ۱۱۰

خوبصورت اور پائیدار قیمت واجبی خریدنے میں عجلت کیجیے۔ سامان اسٹیشنری و کاغذ وغیرہ خط وکتابت سے طلب فرمائیے

فدا علی محمد علی جنرل اسٹیشنری مرچنٹ پتھر گٹی فون نمبر ۲۵ حیدر آباد دکن